© rasailojaraid.com

جغرافیائی بعد کے پیش نظر لگتا ہے امریکی اس سلسلے میں زیادہ پرامید نہیں رہے ہیں۔ چنانچہ امریکیوں نے روس کی متوقع توسیع پسندانہ پالیسیوں اور (ماسکو کی اشیر باد سے) خطے میں بڑھتے ہوئے ایرانی اثر و نفوذ کا مداوا (counter) کرنے کے لیے خود خطے کے اندر قوت کے ایک نئے مرکز کی نشو و نما کی پالیسی اپنائی ہے۔ قازقستان کی روس نواز پالیسیوں اور نیوکلیائی ہتھیاروں کے حامل ملک کی حیثیت سے اس کی وقعت کم ہونے کے بعد۶۵ امریکی ازبکستان کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے علاقائی طاقت کی حیثیت دینا چاہتے ہیں۔ امریکیوں کے نزدیک ازبکستان ہی خطے کا وہ واحد ملک ہے جو "توازن قوت کی صلاحیتوں کا حامل ہے اور جو بطریق احسن یورپ' ناٹو اور علاقائی سلامتی سے متعلق (مغربی) مفادات کا تحفظ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے"۶۶۔ ۱۹۹۵ء کے موسم گرما میں روسی پریس میں متعدد ایسے تجزیاتی مقالے شائع ہوئے جن میں بڑھتے ہوئے امریکہ - ازبکستان تعلقات پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔ ایک روسی تجزیہ نگار کے مطابق "امریکہ کے لیے ازبکستان کی اہمیت کی وجہ ایران کو "کاؤنٹر بیلنس" کرنے کی اس کی متوقع صلاحیت ہے"۶۷۔ اس پس منظر میں ایران کو نہ صرف ازبکستان کے ساتھ دو طرفہ تعلقات کو فروغ دینے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا بلکہ خطے میں اقتصادی' سیاسی اور اسٹراتیجی مفادات کے حصول کے سلسلے میں ایرانی کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے ازبکستان اس کے حریف کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آیا ہے۔

ایران - سابق سوویت ریاستیں: دو طرفہ تعلقات

فروری ۱۹۹۲ء میں "اقتصادی تعاون کی تنظیم" (ECO) کے تہران میں منعقدہ سربراہی اجلاس کے دوران آذربائیجان' تاجکستان' ترکمنستان اور ازبکستان کی شمولیت سے قبل وسطی ایشیا اور قفقاز میں ایرانی سرگرمیاں دوطرفہ تعلقات کے قیام پر مرکوز تھیں۔ اسی دوران ترکی' پاکستان' بعض عرب ممالک اور اسرائیل کے علاوہ دیگر ممالک بھی وسطی ایشیا اور قفقاز کے معدنی دولت اور قدرتی وسائل سے مالامال علاقوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے سرگرم ہو گئے تھے۔ مغرب اور امریکہ کو وسطی ایشیا میں ایرانی سرگرمیوں نے زبردست تشویش میں مبتلا کردیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ خطے میں ایرانی اثر و نفوذ کے نتیجے میں "اسلامی بنیاد پرستی" کو تقویت ملے گی اور یہ کہ خلیج میں اپنا انقلابی ماڈل برآمد کرنے میں ناکامی کے بعد اس غرض کی تکمیل کے لیے اس نے ایک ایسے خطے کا انتخاب کیا ہے جہاں متعدد وجوہات و اسباب کی بنا پر نسبتاً اس کی کامیابی کے امکانات روشن ہیں۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے مغرب و امریکہ نے خطے میں ترکی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اثر و نفوذ کو بڑھانا اور نو آزاد ممالک کے لیے ترکی کے سیکولر نظام معیشت و سیاست کو بطور ماڈل پیش کرنا شروع کر دیا۶۹۔ بہرحال ترکی کو علاقے میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے عمل میں متعدد رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ترک قیادت کی طرف سے سوویت یونین کے انہدام کے بعد وسط ایشیائی ریاستوں کی آزادی کے بعد ایسے بیانات سامنے آئے جن سے یہ تاثر ملتا تھا (اور خاص کر ماسکو نے یہ تاثر لیا) کہ شاید ترکی سرکاری طور پر "پان ترکزم" کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ ترکی میں "اڈریاٹک سے دیوار چین تک عظیم تر ترک بین الاقوامی برادری" کی باتیں عام ہونے لگیں۔ ترکی کے (ماسکو کے مقابلے میں) عظیم تر "علاقائی طاقت" بن کر ابھرنے کی باتیں بھی ترک اعلیٰ قیادت میں رواج پانے لگیں۔ ترک صدر ترگت اوزال نے یکم ستمبر ۱۹۹۱ء کو ترکش گرینڈ نیشنل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "سوویت یونین کے خاتمہ نے ترکی کو علاقائی طاقت بننے کا ایک تاریخی موقع مہیا کیا ہے"۷۰۔ ترک وزیراعظم سلیمان ڈیمرل نے وسط ایشیائی ریاستوں کے ساتھ ترکی کے تاریخی رشتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

"ہم (اور وسط ایشیائی ترک) ایک مشترک تاریخ، ایک مشترک زبان، ایک مشترک مذہب اور ایک مشترک تہذیب کے حامل ہیں۔ ہم ایسے رشتے دار (cousins) ہیں جنھیں ایک سو سال تک زار شاہی روس اور بعد میں سوویت کمیونسٹ حکمرانوں نے ایک دوسرے سے دور رکھا"۷۱۔

ترکی کی کم از کم خواہش یہ تھی کہ ایک "ترکش کامن مارکیٹ" کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جس کی رو سے تمام ترک ریاستوں میں آزادانہ نقل و حرکت اور آزادانہ تجارتی سرگرمیوں کو فروغ دیا جائے۷۲۔ بہرحال ترکی کی ان کوششوں کی پشت پر سیاسی اور سٹراٹیجی مقاصد بھی کارفرما تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ترکی کی وسط ایشیائی ریاستوں میں بڑھتی ہوئی سرگرمیوں پر مختلف حلقوں میں تشویش کا اظہار کیا گیا۔ نہ صرف ماسکو بلکہ بیجنگ نے بھی ترک قیادت کے "لب و لہجے" کو علاقائی استحکام سے متعلق اپنے مفادات کو چیلنج کرنے کے مترادف سمجھا۔ مغرب میں بھی بعض حلقوں کی طرف سے "خلافت عثمانیہ کے وارث ایک مسلم ملک" کی حیثیت سے ترکی کے اقدامات کو نشانہ تنقید بنایا گیا۔ ان حلقوں کے مطابق یہ توقع رکھنا کہ مواقع دستیاب ہونے کی صورت میں ترکی اپنی "کھوئی ہوئی عظمت" بحال کرنے کی کوشش نہیں کرے گا، ناقابل یقین ہے۔ ان خدشات کا برملا اظہار کیا گیا کہ ترکی ایک "کامن ویلتھ آف ترکک سپیکنگ ورلڈ" کے قیام کے پروگرام پر عمل پیرا ہو سکتا ہے، جس کے نتیجے میں نہ صرف وہ ایک "آزاد علاقائی سپرپاور" بن کر سامنے آسکتا ہے بلکہ مغرب مخالف پالیسیاں بھی اختیار کر سکتا ہے۷۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود ترک دفاعی اور سیاسی حلقے ایک دوراہے پر کھڑے نظر آرہے تھے۔ ان کی سوچ کے مطابق اگر وہ نو آزاد ترک مسلم ریاستوں کی ان سے وابستہ توقعات پوری کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو یہ ریاستیں ایران اور عرب ممالک کے زیر اثر آجائیں گی اور اگر وہ ان کے ساتھ ہمہ جہتی تعلقات کے قیام کے سلسلے میں زیادہ گرم جوشی دکھائیں گے تو ان کی "ایشیائی شناخت" کو تقویت ملے گی اور نتیجتاً" ان کی یورپ (کی اقتصادی اور سیاسی تنظیموں) میں شمولیت کی کوششوں کو دھچکا لگے گا۷۴۔ (یونان پہلے ہی ترکی کی یورپی اقتصادی برادری میں شمولیت کا زبردست مخالف ہے)۔ ترکی کی طرف سے نو آزاد ترک مسلم ریاستوں میں قدم جمانے کے لیے جارحانہ اور دلیرانہ اقدامات اٹھانے کے اعلانات۷۵ سے ماسکو اور انقرہ میں بتدریج بعد پیدا ہونا شروع ہوا۔ اگرچہ روسی بھی "اسلامی بنیاد پرستی" کے پھیلاؤ سے مغرب ہی کی طرح خوف زدہ ہیں تاہم اس سلسلے میں اب وہ ترکی کے کردار کی افادیت سے مایوس ہو چکے تھے۔ کریملن میں یہ سوچ بتدریج زور پکڑنے لگی کہ خطے میں ترک اثر و نفوذ' روسی مفادات کے لیے ایرانی اثر و نفوذ سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ایرانی وسط ایشیائی ترک عوام کے ساتھ نسلی روابط نہیں رکھتے۔ مزید یہ کہ ان کا شیعہ مذہب وسط ایشیائی عوام کے سنی مذہب (ماسوائے آذربائیجان) سے مختلف ہے چنانچہ روسی یہ سمجھنے لگے کہ وسط ایشیائی ریاستوں میں ایرانیوں کی سرگرمیاں نسبتاً" غیر سیاسی (اور شاید غیر نظریاتی) نوعیت کی ہوں گی جن سے روسی مفادات پر زد نہیں پڑے گی۔ روسیوں کے لیے ایران کے "اسلامی ماڈل" کے بجائے ترکی کی "پان ترکزم" پر مبنی سرگرمیاں زیادہ خطرناک صورت میں ظاہر ہونے لگیں۔ وہ خطے میں ترکی کی آزادانہ سرگرمیوں کو "پان ترکزم" کے جذبات کی تقویت کا باعث سمجھنے لگے جن کے نتیجے میں' روسیوں کے خیال میں' مذہبی بنیادوں پر نہ سہی نسلی بنیادوں پر نو آزاد ترک مسلم جمہوریاؤں میں ماسکو مخالف جذبات زور پکڑنے لگیں گے۔ مزید یہ کہ خود روسی فیڈریشن میں شامل ترک مسلم قومیتوں میں ماسکو سے بغاوت کے رجحانات شدت پکڑنے لگیں گے۔

نو آزاد مسلم ریاستوں کی ای سی او میں شمولیت

اس پس منظر میں ایران (اور پاکستان) نے خطے میں پڑوسی اسلامی ممالک کی سرگرمیوں میں تنسیق و ارتباط پیدا کرنے کے لیے نو آزاد مسلم ریاستوں کو اقتصادی تعاون کی تنظیم (ای سی او) میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ وسطی ایشیا اور قفقاز میں پڑوس کی تینوں بڑی ریاستوں (ترکی'

© rasailojaraid.com